© rasailojaraid.com

شذرات

حضرت شعیب علیہ السلام کو مدین کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا وہ بھی حضرت لوط علیہ السلام کی طرح دعوت دیتے تھے لوط علیہ السلام کی قوم نکاح کے مسئلے میں زیادتی کرتی تھی اور شعیب علیہ السلام کی قوم ناپ تول میں زیادتی اور نقصان کرتے تھے۔ ان کے متعلق یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ خدا پاک کے لیے شریک ٹھہراتے تھے۔ اور دوسرے ناپ تول میں ظلم کیا کرتے تھے۔ چونکہ انھوں نے اپنے نبی کی دعوت کو رد کردیا تھا یعنی دونوں باتوں کو نہ مانا اس لیے انھیں برباد کیا گیا۔

اہل علم اب عذاب کا سارا دارومدار صرف اس بات پر رکھتے ہیں کہ وہ شرک کرنے کے باعث برباد کردیے گئے۔

دنیا میں دو قسم کے حکیم ہیں الہیات کی تعلیم دیتے ہیں جنھیں حکیم الٰہی کہا جاتا ہے دوسرے اجتماعی حکیم ہیں یعنی نقیبہ وغیرہ۔ اس اجتماع کی طاقت کا نام ہے اللہ تعالیٰ، اور اس میں دنیا کا کوئی بادشاہ اور حکیم حصہ دار نہیں ہے۔ اجتماعی حکیم کی نظر میں جو شرک ہے اسی شرک کو جابجا ممنوع قرار دیا گیا ہے عدل اور ظلم دونوں اجتماعی حکمت کا نام ہے، قرآن مجید نے شرک کو ظلم عظیم قرار دیا ہے یہ قرینہ ہے کہ قرآن میں جس قدر شرک ممنوع ہے وہ اجتماعی حکمت کے اندر ہے۔ قرآن شریف میں ہے کہ میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔ جو شخص ظلم کو قانونی شکل دیگا ضرور ہے کہ اسے خدا کے سوا قانون کا مالک کسی اور طاقت کو ہی ماننا پڑے گا۔ جب قانون کا مالک کسی دوسری کو بھی ماننا پڑے گا تو یہ اجتماعی حکمت میں دوسرا خدا مانے گا اور یہ اجتماعی حکمت میں شرک ہے اس میں سب سے پہلے بادشاہ ہے جیسے فرعون جو اپنے آپ کو قانون کا مالک بنالینا ہے اور ایسے عالم اور نقیب بھی آئیں گے جو تقدس کے نام سے قانون کے مالک بن جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام ابوحنیفہ کے شاگرد بھی فرماتے ہیں: وما افسد الدین الا الملوک واحبار سوء ورھبانھا قریش مکہ
بھی شرک میں مبتلا تھے۔ اگرچہ وہ الٰہی حکم کے نقطہ نظر (توحید) پر قائم تھے۔ مثلاً وہ اللہ پر ایمان لائے
تھے اور توحید الٰہی پر الٰہی حکیم کے نقطہ نظر سے قائم تھے۔ جیسے سورۂ عنکبوت میں ذکر آتا ہے کہ قریش
اس بات کو مانتے تھے کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا اللہ ہے مگر اس کے باوجود وہ اللہ
سے دور تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اجتماعی شرک میں مبتلا تھے جیسے لوط علیہ السلام کی قوم نکاح کے
معاملہ میں اور شعیب علیہ السلام کی قوم ناپ تول کے معاملہ میں۔ اس میں شک نہیں کہ حکمت کی بات کی
مخاطب سب انسانیت ہوتی ہے اور اس سے (توحید) ہر ایک آدمی اپنی فطرت کے مطابق سمجھ لیتا
ہے مگر اس کے نیچے قانونی درجہ ہے اور قانون کے لیے ضروری ہے کہ کوئی قانون دان ہمیں اس قانون سے
آگاہ کرے۔ اسلامی قانون یہ ہے کہ غیر اللہ کے نام پر قسم نہ کھائی جائے اور نہ اللہ کے شعائر یعنی بیت
اللہ کے سوا کسی طرف کو سجدہ نہ کیا جائے۔ اس کے خلاف کرنا گویا قانونی شرک ہے اس قانونی
شرک کرنے کے باعث گویا وہ قانونی سزا کا مستحق ہوگا جس طرح اور قانون کی خلاف ورزی جرم قرار
دی گئی ہے۔ اسی طرح شرک کو بھی جرم قرار دے کر اس کی سزا مقرر کر دی گئی ہے جو شخص قبلہ کو
چھوڑ کر شرک حقیقی کی طرف جاتا ہے اس کی سزا مجدد نہ ہی کی گئی ایک جماعت اسے قانونی جرم میں رکھ کر اس پر
شرک کا الزام لگا دیا۔ حالانکہ صرف یہ قانونی درجہ پر تھی۔ قانون شرک کی سزا دوسرے جرموں کی طرح
محدود ہے۔ فرق یہ ہے کہ دوسرے جرم بخشے جا سکیں گے اور قانون شرک کی سزا ضرور دی جائے گی وہ اسلام
سے خارج نہیں ہوں گے اور سزا نہیں پاتے۔ شاہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ مسلمان مشرکوں
کو جو شرک میں مبتلا ہیں ان پر بہت غصہ کرتا ہے مگر انھیں کافر نہیں کہنا، اسی طرح تقویۃ الایمان میں
حضرت شاہ اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ اور زینت الاسلام میں مولوی محمد لکھوی اس کی داد دیتے ہیں
شرک میں قریش بھی مبتلا تھے یہ شرک کا ایک عام ہے جو بخشے جا سکتے ہیں۔

اس جگہ توحید اور شرک کو واضح کیا گیا ہے اور اسی سے انبیاء کا مشن معین ہوتا ہے اگر انبیاء
صرف توحید الٰہی کی دعوت دینے والے ہوتے تو وہ لوگوں کو صرف ذکر و فکر اور مراقبہ کی تعلیم دیتے۔ جیسے
صوفی، مست، اور فقیر وغیرہ۔ اس طرح انبیاء کی تعلیم ان ہی فقرا کی تعلیم کا خلاصہ ہو جاتی۔ انبیاء کی تعلیم
یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اجتماعی قانون دیتے ہیں اور جب لوگ اس میں ظلم کرنے لگ جاتے ہیں اور اس میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بے قاعدگی ہوتی ہے تو اس ظلم کے انسداد کے لیے انبیاء مبعوث کیے جاتے ہیں۔ غرض اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ ظلم کرنے کے لیے جو قانون بنایا جائے وہ شرک ہو جاتا ہے۔ اور عدل کرنے کے لیے جو قانون بنایا جائے وہ قانون الٰہی ہے اور جب قانون میں ظلم آجائے تو اس قانون کا مالک خدا نہیں ہوگا بلکہ وہ خدا کا شریک ہوگا۔ توحید کا درجہ عام فہم ہے اور انسان اسے اپنی عام فطرت سے سمجھ سکتا ہے اس لیے اجتماع کے بغیر انسان ایک دن بھی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔

اب دوسرا دور حضرت موسیٰ کا دور شروع ہوتا ہے۔ ظاہری قوت یعنی معجزہ طلب کرنے والا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بادشاہ اپنے سفیر کو کسی دوسرے ملک پر اعلانِ جنگ دے کر بھیجے اور اس کی حفاظت کے لیے فوجی دستہ ساتھ ہی روانہ کردے کہ اعلانِ جنگ سن کر دوسرے ملک کا بادشاہ سفیر کے برخلاف کوئی حرکت نہ کرے۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ، تاکہ وہ فرعون کے دربار میں کھڑے ہو کر اسے الٹی میٹم دے۔

موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کا بیٹا سمجھا جاتا تھا جب جوان ہوا تو کاروبار اس کے ہاتھ میں آنے لگا قانون ظلم جو فرعون نے مقرر کیا تھا اس کو آہستہ آہستہ مٹاتا رہا۔ لوگوں کو طمع تھی کہ فرعون کے بعد یہ حاکم ہوگا مگر اب مقابلہ کے لیے آتا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی رعیت پر دبانے کے لیے دباؤ اس پر جاتا ہے لوگوں نے فرعون کے حکم کی اطاعت کی حالانکہ اس کا حکم نہ اطاعت والا تھا نہ سیدھا تھا بلکہ ظلم والا تھا اور وہ بنی اسرائیل پر ظلم کرتا تھا۔ ان بستیوں میں بعض تو قائم ہیں اور بعض برباد ہو چکی ہیں۔

مثال کے طور پر لیجئے ہندو بنیے قوم کو وہ ایک قوم ہے تجارت پیشہ۔ چونکہ ان کو مال و دولت سے زیادہ تر سروکار ہے اس واسطے انھوں نے اپنا مال و دولت معبود بنالیا ہے جس کا نام لکشمی دیوی ہے وہ اس کے متعلق سمجھتے ہیں کہ اس کا مال و دولت پر قبضہ ہے وہ اس کی عبادت کرتے ہیں اور اس کو خوش کرتے ہیں بلکہ اسی طرح جس طرح اللہ کو یاد کرتے ہیں امید رکھ لیتے ہیں کہ مال و دولت کے متعلق جو قانون بنائیں گے وہاں سے باز پرس نہیں کریگی۔ یہ دیوی درجہ اور مرتبہ میں خدا سے چھوٹی ہوگی اور اس کی سفارش سے بڑا خدا اس کو بخش دے گا اسی طرح یونان میں بت وغیرہ بنے ہوئے ہیں۔ غرض ان واقعات کا اسی طرح مطالعہ کرلیں تو پھر قرآنی آیات بخوبی سمجھ میں آجاتی ہیں ورنہ انسان قصہ وغیرہ گھڑنے میں وقت گزارتا ہے۔ غرض اس کے قریب قریب یا الفاظ بدل کر عام جاہل قوموں میں اس کی روح سرایت کرجاتی ہے اور اس کی اصلاح کرنے کے لیے انبیاء مبعوث ہوتے ہیں۔

© rasailojaraid.com